☆ڈاکٹر محمد رحمان

رشید احمد صدیقی کی تحریروں میں اقبال کی تراکیب

Abstract

Rasheed Ahmed Siddiqui's devotion to Iqbal is expressed in all his writings. Whether it is Rasheed Ahmed Siddiqui's sketches or humor, criticism or sermons, Iqbal's character, his poems and his techniques are often found in them. Obviously, it is important to use techniques to balance and strengthen the internal structure of writing. This helps to create a style of expression. Apart from Ghalib and Iqbal, Rashid Siddiqui's writings also contain techniques which are his own invention but in them Iqbal's presence is revealed. In this article it is discussed in detail.

Kye words: Rasheed Ahmed Siddiqui, Iqbal, Siddiqui's writings, techniques

اقبال سے رشید احمد صدیقی کی عقیدت کا اظہار ان کی جملہ تصانیف سے ہوتا ہے۔ رشید احمد صدیقی کے خاکے ہوں یا طنز و مزاح، تنقید ہو یا خطبات، اقبال کا کردار ان کے اشعار اور ان کی تراکیب ان میں کثرت سے ملتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ تحریروں کی داخلی ساخت کو موزونی اور تقویت عطا کرنے کے لیے تراکیب کا استعمال ضروری ہے۔ اس سے اندازِ بیان کی تشکیل میں مدد ملتی ہے۔ عبارت میں مترنم صوتی آہنگ اور حسن پیدا ہوتا ہے، یہی آہنگ اور حسن عبارت کے وزن و وقار کو بھی بڑھاتا ہے اور اس کی صوری و معنوی حیثیتوں سے ربط بھی پیدا کرتا ہے۔ رشید صدیقی کی تحریروں میں غالب اور اقبال کے علاوہ ایسی تراکیب بھی ہیں جو خود ان کی اختراع ہیں لیکن ان میں اقبال کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے مثلاً اجزائے ایماں، لباسِ دین، لالہ وکار و تازہ کار، جلوۂ ریزی باد، شعر و شراب، پردۂ تقدیر، عرفان و یقین، فکر و فرزانگی، بہ پرفشانی شمع، کشش و گریز و وغیرہ۔ یہ اقبال کی تراکیب نہیں ہیں لیکن صوتی آہنگ و حسن وہی ہے جو اقبال کی تراکیب کی خصوصیت ہے جسے قربتِ خاص اور ذہنی و فکری لگاؤ کا ترجمان کہا جا سکتا ہے۔

رشید احمد صدیقی کی تحریروں میں اقبال کی تراکیب عام طور پر انھی معنوں میں استعمال ہوئی ہیں جن معنی میں اقبال نے استعمال کی ہیں لیکن بعض اوقات رشید صاحب نے ان میں نئے معنی بھی بھر دیے ہیں۔ مزاح اور ظرافت بھی پیدا کی ہے اور اپنے تجربات کا نچوڑ بھی پیش کیا ہے۔ ان تراکیب کا استعمال موضوعات کی دنیا کو وسیع و رفیع کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ تراکیب انسانی شعور پر گہرے

☆اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

نقش بھی مرتب کرتی ہیں۔لہذا شعور کی بیداری اور موضوعات کی حد بندی اور طوالت کو کم کرنے کے لیے ضروری تھا کہ ایسی تراکیب رشید صاحب کے خیالات کے لیے موزوں ہوں، چنانچہ انھوں نے اقبال کی تراکیب کو کثرت سے استعمال کیا اور جہاں ضرورت محسوس کی وہاں اپنی تراکیب بھی تراش لیں لیکن ایسی فن کاری سے کہ جسم بدل گیا مگر روح وہی باقی رہی جو اقبال کی تراکیب میں ملتی ہے۔ یہ تراکیب رشید صاحب کی تحریروں میں کیوں در آئیں تو اس کا جواب یقیناً یہی ہے کہ اقبال ایک ایسے شاعر ہیں جن کی تراکیب میں خدوخال اجاگر کرنے کی صلاحیت سب سے زیادہ ہے۔ مثلاً سوزِ دروں، ولولۂ تازہ، دلیلِ کم نظری، قلبِ مومن، فغانِ نیم شبی، لالہ زار، یقین محکم وغیرہ۔ دوسری بات یہ ہے کہ اقبال کی تراکیب میں قولِ محال (Parodox) کی مثالیں موجود ہیں جو فکر کو فرش سے عرش تک لے جاتی ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ اقبال کی تراکیب میں منظر نگاری، پیکر تراشی اور تصویر کشی کی زبردست صلاحیت موجود ہے۔ رشید صدیقی بنیادی طور پر مزاح نگار اور خاکہ نگار ہیں۔ ظاہر ہے انھیں ایسی تراکیب کی ضرورت رہی ہوگی جو ان کے خیالات و نظریات کو مکمل اور مجسم پیش کر سکے، لہذا انھوں نے اقبال کی تراکیب کو اپنی تحریروں میں استعمال کیا۔ قولِ محال رشید صاحب کی تحریروں کا بنیادی وصف ہے۔ اس کا ایک سبب اقبال کی تراکیب کا استعمال بھی ہے۔ ان کی تحریروں میں روحانی و فکری سربلندی کی جو کیفیت موجود ہے وہ بھی اقبال کی تراکیب کی ہی مرہونِ منت ہے۔ یہاں اقبال کی ان تراکیب پر نظر ڈالی جاتی ہے جن سے رشید صاحب نے اپنی تحریروں کو گرمی اور گداز بخشا ہے۔

رشید احمد صدیقی کے یہاں صرف اقبال کی تراکیب ہی نہیں بعض اوقات پورے مصرعے بھی استعمال ہوئے ہیں۔ مصرعہ شعر کو نثر میں اس طرح استعمال کرنا کہ وہ تحریر کا جزو معلوم ہو، ایک ذہین فن کار ہی کر سکتا ہے۔ رشید صاحب بے شک اس فن پر دست رس رکھتے تھے اور مصرعوں کو اس خوب صورتی سے نثر میں استعمال کرتے ہیں کہ اگر تحریر سے نکال دیا جائے پوری عبارت یا موضوع بے رنگ اور پھیکا نظر آئے۔ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ مستعمل مصرعے کبھی عبارت میں رکاوٹ پیدا نہیں کرتے بلکہ مصرعے میں شعری ترکیب ہونے کے باوجود بیان میں سلاست و روانی پیدا کر دیتے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

> ” میں کہتا ہوں کہ ایسی حرکت ہی کیوں کی جائے کہ قید بھگتنی پڑے۔
> طوفان آئے اور آپ کے دشمن ستاروں سے آگے (یا پیچھے) جہاں اور بھی ہیں
> کے پھیر میں پڑیں۔“ (۱)

اقبال کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

وہ چنگاری خس و خاشاک سے کس طرح دب جائے

جسے حق نے کیا ہو نیستاں کے واسطے پیدا

دلیل کم نظری قصہ جدید و قدیم

کہیں سے آپ بقائے دوام لا ساقی

اب رشید احمد صدیقی کی اس عبارت کو دیکھیں کہ کس ہنر مندی سے "خس و خاشاک" کو اقبال کے مصرعے بلکہ پورے شعر کے اُلٹ پھیر سے اپنی بات کہہ گئے ہیں:

"کیا انسانی زندگی میں عصری رجحانات یا ہیجانات اتنے اہم ہیں کہ ہم کلیۃً انھیں کی عکاسی میں سرگرداں یا اسیری میں بے دست و پا رہیں۔ اگر نری تقلیدی، ایک جامد اور مجہول ذہن کی غمازی کرتی ہے تو اس کا بھی امکان ہے کہ نری جدیدیت فکر کے انتشار و اختلال کا اظہار کرتی ہو۔ اگر اول الذکر گلدستہ طاق نسیان ہو جاتے ہیں اور مؤخر الذکر آپ اپنی آگ کے "خس و خاشاک" تو وہ نیا آدم کہاں سے آئے گا جو قصہ جدید و قدیم کو دلیل کم نظری بتائے گا۔ اور چمن حیات کی آب یاری کے لیے ساقی سے آب بقائے دوام کا طلب گار ہو گا جس کے لیے خود لب ساقی پہ صلاہے۔ کوئی اور ہو تا یا کہیں اور کی بات ہوتی تو کہتا غالب کو ڈھونڈو یا اقبال کو لاؤ۔ آپ سے کیا کہوں جس کے یہاں دونوں ہیں۔" (۲)

اقبال کی چند مخصوص ترکیبوں کا استعمال مزید دیکھیں کہ کس طرح رشید صاحب ان کے استعمال سے اپنی تحریروں میں جہان معنی آباد کرتے چلے جاتے ہیں:

" اس علی گڑھ اور وابستگان علی گڑھ سے خود فغانِ نیم شبی اور گریہ سحری اٹھا۔ اسے منفعل ہونے کے بجائے مشتعل ہو کر یا دلیر ہو کر بنارس کی طرف روئے سخن پھیرا تھا۔" (۳)

ایک اور جگہ مثلاً ملاحظہ ہو:

" احیائے علوم اور اصلاح دین کی تحریکوں نے مغرب کو ولولہ تازہ دیا تھا جس سے وہ دنیا کا معلم جدید قرار پایا۔ اس کی حرکت و حرارت ہندوستان پہنچی۔" (۴)

اقبال کی چند تراکیب ایسی بھی ہیں جو عام ہیں لیکن جس طرح یہ تراکیب اقبال کی تفہیم میں معاون رہی ہیں اسی طرح اقبال کے کمال فن کو بھی ظاہر کرتی ہیں۔ یہ تراکیب اگرچہ رشید صاحب نے اقبال سے مستعار لی ہیں لیکن ان کے استعمال میں رشید صاحب کا انداز بالکل جداگانہ

ہے۔ یہاں احتیاط کے باوجود بے احتیاطی اور تکلف کی جگہ بے تکلفی ہے۔ شوخی اور مزاح کا ایسا لطیف امتزاج شاید ہی کسی نثر نگار کے یہاں ملے گا۔ لکھتے ہیں:

> " آپریشن سے ایک روز پہلے گردہ اور مضافات گردہ کا بپتسمہ ہوا یعنی سب سے پہلے رسماً حجامت بنائی گئی اس کے بعد مختلف اقسام کے عرق اور روغن کی مالش کی گئی اور پھر روئی کا گاز رکھ کر عمامہ باندھ دیا گیا۔ یہی دستار فضیلت کل آپریشن تھیٹر میں اچھالی جانے والی تھی۔" (۵)

زندگی اور اس کے گرد و پیش کے مناظر کی ترجمانی صرف اصول و نظریات کی روشنی میں ہی ممکن نہیں بلکہ ان کی ترجمانی مزاحیہ اسلوب سے بھی ممکن ہے۔ چونکہ ہم ادب اور زندگی کے نظریات کے بنے بنائے اصولوں اور پیمانوں سے ناپنے کے عادی ہو چکے ہیں اس لیے مزاحیہ ادب سے یہ توقع نہیں کرتے کہ وہ زندگی اور ادب کے سنجیدہ مقاصد کو پورا کر سکے۔" مزاحیہ ادب زندگی کے عمیق تجربوں کی ترجمانی سے قاصر ہے" کی صدائیں بھی سنائی دیتی ہیں جو یقیناً چند غلط توقعات پر مبنی ہیں۔ ایسا کہنے والے شاید اس بات کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ ہر تخلیقی ادب میں کچھ نہ کچھ خوبیاں ضرور ہوتی ہیں۔ گزشتہ ایک صدی میں قابلِ ذکر مزاحیہ ادب پیدا ہوا وہ ایسے خیالات کی تردید کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہنسنا ایک جبلی کیفیت ہے جو الفاظ کی ادائیگی اور معنی کی تفہیم سے کہیں پہلے بچے کے ہونٹوں پر ہوتی ہے چنانچہ مزاح کو ادب کا تخلیقی محرک تسلیم کرنا چاہیے اور یہ بھی کہ اس کے ذریعے اعلیٰ تخلیقی جوہر اور زندگی کے پیچ و خم کا اظہار ممکن ہے۔ اس کی ایک زندہ مثال رشید صدیقی کی تحریروں میں ملے گا، چنانچہ لکھتے ہیں:

> " دوپہر ہو چکی تھی۔ دھوپ کی شدت، لو اور گرمی کا غلبہ، سوئے اتفاق حکیم صاحب پر پیاس کا غلبہ ہوا۔ فوراً مجھے ساتھ لے ٹانگے پر بیٹھ چوک کے لیے روانہ ہو گئے۔ میں نے دریافت کیا کہاں کا قصد ہے، کہنے لگے " چوک میں برف پیوں گا" ۔ تانگہ چوک میں اس طور پر داخل ہوا جیسے بھونچال آ گیا ہو۔ کسی دُکان والے کے پردے سے الجھا، کسی کا سائن بورڈ سر بسجود ہو گیا۔" (۶)

یہ چند مثالیں ہیں جو رشید احمد صدیقی کی تحریروں سے اخذ کی گئی ہیں ورنہ ایسی بے شمار تراکیب کو (جو اقبال سے مستعار ہیں) رشید احمد صدیقی نے اپنی تحریروں میں ایک نئی معنویت بخشی ہے۔ ان تراکیب کی روشنی میں اقبال اور رشید صدیقی کے قلبی تعلق کا اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے۔ اظہارِ مطلب کی دل کشی، معنویت اور تکمیل فن کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں کہ یہ اقبال سے مستعار ہیں لیکن اس شعوری کوشش میں فطری انداز نمایاں ہے وہ اس بات کی دلیل ہے کہ رشید صاحب صرف ان کا استعمال نہیں کرتے بلکہ ان میں نئے معنی بھی بھر دیتے ہیں۔ اقبال

کی تراکیب افق ساز ضرور ہیں جنھیں رشید صاحب نے نہ صرف انھیں معنوں میں استعمال کیا ہے بلکہ اسے ایک ایک نیا رخ دینے کی کوشش بھی کی ہے۔ یہ تراکیب جہاں اقبال اور رشید صدیقی کے تعلقات کا مظہر ہیں وہیں رشید صاحب کی تحریروں میں مترنم صوتی حسن کو بھی بڑھاتی ہیں۔ اقبال کی زمین، ان کی تراکیب اور ان کے آہنگ کو اپنانے والے بیش تر حضرات میں اقبال کی بازگشت نظر آتی ہے لیکن رشید صاحب کے ساتھ ایسا نہیں ہے۔ ان کی انفرادیت اپنی جگہ قائم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریروں میں ایک قسم کی امید، امنگ، حوصلہ، جوش، حرکت اور نہ جانے کتنے ہی جذبے اور احساسات موجود ہیں جو ان کی شناخت کو قائم رکھتے ہیں۔ یہ رشید صاحب کا وصف ہے کہ انھوں نے غالب کی شخصیت اور شاعری کو غالب کی تراکیب سے نہیں بلکہ اقبال کی تراکیب سے اجاگر اور متحرک کیا ہے۔ ان تراکیب کے علاوہ ایک اور چیز جس سے دونوں ادیبوں کے ذہنی مراسم کی نشان دہی ہوتی ہے وہ کئی لفظوں کو ایک ہی مناسبت سے جمع کرنا ہے۔ اقبال کے کلام میں اس کی وافر مثالیں موجود ہیں۔ عجب نہیں کہ اس قلبی رشتے نے ہی رشید صاحب کے ذہن کو بھی اس طرف کھینچا ہو۔ رشید صاحب متواتر ایک ہی قبیل کے (بعض اوقات ہم قافیہ اور ایک ہی وزن کے) تین الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اسے ''لفظی تثلیث'' کہا جاسکتا ہے۔ یہ الفاظ معنی میں متغائر ہوتے ہیں اور جن سے بیک وقت معنی کی تین جہتیں بھی واضح ہوتی ہیں لیکن باوجود اس باریک بینی اور نازک فرق کے جملوں میں ایسی معنوی رنگا رنگی پیدا ہو جاتی ہے کہ قاری کے لیے ذہنی انبساط کا سامان مہیا ہو جاتا ہے۔ اقبال کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

درویش خدا مست نہ شرقی ہے نہ غربی
گھر میرا نہ دلّی نہ صفاہاں نہ سمرقند
کسے خبر کہ سفینے ڈبو چکی کتنے؟
فقیہ و صوفی و شاعر کی ناخوش اندیشی
عروج آدمِ خاکی کے منتظر ہیں تمام
حکیم و عارف و صوفی تمام مست ظہور
کسے خبر کہ تجلّی ہے عین مستوری

اب ذرا رشید صاحب کے یہاں ''لفظی تثلیث'' کی مثالیں ملاحظہ ہوں:

" مزے کی چیز سے میری مراد شراب، شاہد وشعر وغیرہ قسم کی چیز نہیں ہے بلکہ دوسری اور بہت سی چیزیں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ ہم اپنی خامیوں کی اصلاح اور تلافی کر سکتے ہیں۔"

" ۔۔۔زندگی (جو سب سے بڑی شاعری اور انشاء پردازی ہے) کے سلجھانے، سنوارنے میں انتہائی احترام، احتیاط اور ایمان داری سے کام لیا جائے۔"

" اعلیٰ ذہن، ذوق اور ظرف کا جتنا متنوع، ہم آہنگ اور حسین امتزاج غالب کے یہاں ملتا ہے وہ باستثنائے اقبال ہمارے کسی اور شاعر یا ادیب کے حصے میں نہیں آیا۔"

" ہندوستان میں اسلامی تہذیب کا جو نقشہ بدیع اور ہندوستانی مسلمانوں کے موقف کا اظہار و اعلان آپ نے جس مورخانہ، مفکرانہ مجتہدانہ انداز و اختصار سے کیا تھا وہ بہت کم لکھنے والوں کے حصے میں آیا تھا۔" (۷)

مندرجہ بالا مثالوں سے یہ نتیجہ اخذ کرنا اور بھی آسان ہو جاتا ہے کہ رشید صدیقی کو اقبال سے گہری مناسبت تھی۔ ان کی بیشتر تحریروں میں اقبال کے تذکرے اور ان کے اشعار یا مصرعے اس پر دلالت بھی کرتے ہیں۔ اس قلبی لگاؤ کی ایک کڑی اقبال رشید (رشید صدیقی کے صاحب زادے) بھی ہیں۔ ان کے نام کے ساتھ اقبال، علامہ اقبال سے متاثر ہو کر لگایا گیا ہے۔ جس کی طرف رشید صدیقی نے یوں اشارہ کیا ہے:

" اقبال دوسروں کے نزدیک کیسے ہی ہوں میرے لیے وہ بہت کچھ تھے۔" (۸)

الغرض ان تمام مثالوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ رشید صاحب اقبال سے دلی محبت کرتے تھے اور ان کی تراکیب کو اپنی تحریروں میں جابجا استعمال کر کے انھیں اپنی طرف سے خراجِ تحسین پیش کرتے تھے۔

حوالہ جات

۱۔ رشید احمد صدیقی، غالب نکتہ دان، مرتبہ لطیف الزمان، مہر الٰہی ندیم، (کراچی : مکتبہ دانیال، بار اول ۱۹۹۷ء)، ص ۴۲

۲۔ رشید احمد صدیقی، میزان نثر جلد چہارم، مرتبہ لطیف الزمان، مہر الٰہی ندیم، (کراچی: مکتبہ دانیال، بار اول ۲۰۰۰ء)، ص ۲۸۵

۳۔ رشید احمد صدیقی، میزان نثر، جلد پنجم، (کراچی: مکتبہ دانیال، بار اول ۲۰۰۱ء) ص ۵۴۹

۴۔ ایضاً، ص ۳۱، ۲۵۰

۵۔ رشید احمد صدیقی، میزان نثر، جلد اول، (کراچی: مکتبہ دانیال، بار اول اپریل ۱۹۹۹ء)، ص ۵۱۲

۶۔ ایضاً ص ۳۴۳

۷۔ احمد امتیاز، رشید احمد صدیقی کی تحریروں میں اقبال، مشمولہ ماہنامہ آج کل، دہلی، جون ۲۰۰۴ء، ص ۱۶

۸۔ رشید احمد صدیقی، گنج ہائے گراں مایہ، (لاہور: آئینہ ادب، ۱۹۸۶ء)، ص ۱۵۶

ماخذات

رشید احمد صدیقی، غالب نکتہ دان، مرتبہ لطیف الزمان، مہر الٰہی ندیم، کراچی: مکتبہ دانیال، بار اول ۱۹۹۷ء

ـــــــــــــــ، میزان نثر، جلد اول، کراچی: مکتبہ دانیال، بار اول اپریل ۱۹۹۹ء

ـــــــــــــــ جلد چہارم، کراچی: مکتبہ دانیال، بار اول ۲۰۰۰ء

ـــــــــــــــ، جلد پنجم، کراچی: مکتبہ دانیال، بار اول ۲۰۰۱ء

رشید احمد صدیقی، گنج ہائے گراں مایہ، لاہور: آئینہ ادب، ۱۹۸۶ء

رسائل

احمد امتیاز، رشید احمد صدیقی کی تحریروں میں اقبال، مشمولہ ماہنامہ آج کل، دہلی، جون ۲۰۰۴ء